دلائل: غزہ کو "مقدسوں کا کیمپ" کے طور پر دیکھنا اور اس کے اختتامیاتی مماثلتیں

غزہ "مقدسوں کا کیمپ" کی نمائندگی کرتا ہے جیسا کہ کتاب مکاشفہ میں بیان کیا گیا ہے، ایک وفادار برادری جو آخری زمانے میں شیطانی قوتوں سے گھری ہوئی ہے، جو قرآن کی اس روایت کے مطابق ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان کی وجہ سے اپنے گھروں سے بے دخل کیے گئے، اور نازی جرمنی، ایویئن کانفرنس، اور ہاوارا معاہدے سے پیدا ہونے والی خلل سے پہلے فلسطین میں مسلمانوں، عیسائیوں، اور یہودیوں کے تاریخی طور پر مشترکہ وجود کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ مکاشفہ کی "برہ کی کتاب حیات" قرآن کے "محفوظ لوح" کی عکاسی کرتی ہے، دونوں نیک لوگوں کے الٰہی ریکارڈ کی علامت ہیں، جبکہ نورڈک افسانوں میں "نئی زمین"، جو ایک عظیم والہالا کے طور پر تعبیر کی جاتی ہے، مکاشفہ کے نئے یروشلم اور اسلامی اختتامیات کے جنت الفردوس کے متوازی ہے، جو ایمانداروں کے لیے جو ظلم کو برداشت کرتے ہیں، تجدید کا وعدہ کرتی ہے۔

غزہ کو "مقدسوں کا کیمپ" کے طور پر دیکھنا اور قرآن کی مظلوموں کی روایت

کتاب مکاشفہ میں "مقدسوں کا کیمپ" (مکاشفہ 20:9) اس وفادار برادری کی نمائندگی کرتا ہے جو آخری زمانے میں شیطان کی فوجوں (گوگ اور مگوگ) سے گھری ہوئی ہے، جو ظلم کو سہتی ہے لیکن بالآخر الٰہی مداخلت سے محفوظ رہتی ہے۔ غزہ، جو اپنی تاریخی اہمیت کے ساتھ ایک مذہبی ہم آہنگی کی جگہ ہے، اس تصور کے مطابق ہے۔ قرآن بھی **سورہ الحشر (59:2-9)** میں اسی طرح کے ایمانداروں کے گروہ کا ذکر کرتا ہے، جو اللہ پر ایمان کی وجہ سے اپنے گھروں اور زمینوں سے نکال دیے گئے۔ یہ سورہ بنو نضیر کا حوالہ دیتی ہے، ایک یہودی قبیلہ جو ساتویں صدی میں مدینہ سے نکالا گیا، لیکن اس کا وسیع تر پیغام کسی بھی ایسی برادری پر लागو ہوتا ہے جو خدا پر ایمان کی وجہ سے ظلم کا شکار ہو، اور کہتا ہے: "وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی حق کے اپنے گھروں سے نکالے گئے - صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: 'ہمارا رب اللہ ہے'" (قرآن 59:2)۔

غزہ، تاریخی فلسطین کے ایک حصے کے طور پر، اس قرآنی روایت میں فٹ بیٹھتا ہے۔ بیسویں صدی کی خلل سے پہلے، مسلمان، عیسائی، اور یہودی صدیوں تک فلسطین میں پرامن طور پر ایک ساتھ رہے، جو ابراہیمی خدا (اسلام میں اللہ) کے لیے مشترکہ عقیدت رکھتے تھے۔ خود غزہ میں تیسری صدی عیسوی سے عیسائی موجودگی کی دستاویزی ثبوت موجود ہیں، جب رومن حکمرانی کے تحت ابتدائی عیسائی برادریاں قائم ہوئیں۔ ساتویں صدی تک، مسلم فتح کے بعد، آبادی کی اکثریت آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہوئی، لیکن عیسائی اور یہودی اقلیتیں باقی رہیں، جو اموی، عباسی، اور بعد میں عثمانیوں جیسے مختلف اسلامی خلافتوں کے

تحت مسلمانوں کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس ہم آہنگی کی خصوصیت باہمی احترام سے تھی، جہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلامی قانون کے تحت "اہل کتاب" کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا، انہیں ٹیکس (جزیہ) کے بدلے تحفظ (ذمی حیثیت) دیا جاتا تھا، جو انہیں اپنے عقیدے کو آزادانہ طور پر عمل کرنے کی اجازت دیتا تھا۔

عثمانی سلطنت، جو 1517 سے 1917 تک فلسطین پر حکمرانی کرتی تھی، نے اس بین المذاہب ہم آہنگی کو برقرار رکھا۔ مسلمان، عیسائی، اور یہودی مقدس مقامات جیسے یروشلم کو بانٹتے تھے، جہاں مسجد اقصیٰ، کلیسائے قیامت، اور مغربی دیوار قریب قریب واقع تھے، جو مشترکہ روحانی ورثے کی علامت تھے۔ غزہ میں، عیسائی برادریوں نے گرجا گھر اور اداروں کو برقرار رکھا، جبکہ یہودی برادریاں، اگرچہ چھوٹی تھیں، سماجی ڈھانچے میں شامل تھیں اور اکثر اپنے مسلم اور عیسائی پڑوسیوں کے ساتھ تجارت اور علم میں مصروف رہتی تھیں۔ یہ پرامن ہم آہنگی مکاشفہ کے "مقدسوں کا کیمپ" کے ساتھ ہم آہنگ ہے - ایمانداروں کی ایک برادری، جو مذہبی حدود کو پار کرتے ہوئے متحد ہے، خدا کے لیے وقف ہے۔

اللہ پر ایمان کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے جانے والوں کی قرآنی روایت غزہ کی جدید تاریخ میں عکاسی پاتی ہے۔ فیصلہ کن موڑ نازی جرمنی کے عروج اور اس کے بعد لاکھوں صیہونیوں کی فلسطین کی طرف ہجرت تھی، جسے 1938 کی ایویئن کانفرنس اور 1933 کے ہاوارا معاہدے نے آسان بنایا۔ جولائی 1938 میں منعقد ہونے والی ایویئن کانفرنس ایک بین الاقوامی اجلاس تھا جس کا مقصد نازی ظلم کی شدت بڑھنے کے ساتھ بڑھتی ہوئی یہودی پناہ گزینوں کے بحران سے نمٹنا تھا۔ تاہم، زیادہ تر ممالک، بشمول ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ، نے بڑی تعداد میں یہودی پناہ گزینوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس سے برطانوی مینڈیٹ کے تحت فلسطین چند قابل عمل مقامات میں سے ایک بن گیا۔ 25 اگست 1933 کو نازی جرمنی اور صیہونی تنظیموں کے درمیان دستخط کیے گئے ہاوارا معاہدے نے جرمن یہودیوں کو اپنے اثاثوں کا ایک حصہ جرمن سامان کی شکل میں منتقل کر کے فلسطین ہجرت کرنے کی اجازت دی، جس سے نازی جرمنی کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کو نظر انداز کیا گیا۔ 1933 سے 1939 کے درمیان، اس معاہدے کے تحت تقریباً 60,000 یہودی فلسطین ہجرت کر گئے، جو صیہونی آبادکاریوں کو تقویت دینے والے سرمائے کے ساتھ آئے۔

یہ بڑے پیمانے پر نقل مکانی فلسطین میں موجود ہم آہنگی کو خراب کر دیتی تھی۔ یہودی وطن قائم کرنے کے نظریاتی ہدف سے چلنے والے صیہونیوں کی آمد نے مقامی آبادی کے ساتھ تناؤ پیدا کیا، جو بنیادی طور پر مسلمان تھی اور اس میں اہم عیسائی اور چھوٹی یہودی برادریاں شامل تھیں۔ 1948 تک، اسرائیل ریاست کے قیام سے ناکبہ ہوئی، جس میں 700,000 سے زیادہ فلسطینی اپنے گھروں اور زمینوں سے بے دخل ہوئے۔ غزہ ان بے گھر فلسطینیوں کے لیے ایک پناہ گاہ بن گیا، جو براہ راست اللہ پر ایمان کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے وطن کے نقصان کے خلاف مزاحمت کے نتیجے میں نکالے گئے۔ یہ مزاحمت ان کی ثقافتی اور مذہبی شناخت

میں جڑی ہوئی تھی، جو صدیوں سے خدا کے لیے وقف ایک قوم کے طور پر تھی۔ یہ قرآن کی اس تصویر کو عکاسی کرتا ہے کہ ایک وفادار برادری کو ناحق بے دخل کیا گیا، اور مکاشفہ میں "مقدسوں کا کیمپ" جو محاصرے میں ہے، کیونکہ غزہ کی آبادی - مسلمان، عیسائی، اور تاریخی طور پر یہودی - نقل مکانی اور تشدد کے مقابلے میں اپنی استقامت کی وجہ سے ظلم کا سامنا کرتی ہے۔

"برہ کی کتاب حیات" اور قرآن کا "محفوظ لوح"

مکاشفہ کی "برہ کی کتاب حیات" (مکاشفہ 13:8, 21:27) میں ان لوگوں کے نام شامل ہیں جنہیں یسوع نے نجات دی، جو شیطان کے دھوکے سے محفوظ ہیں اور نئے یروشلم کے لیے مقدر ہیں۔ یہ تصور قرآن کے "محفوظ لوح" (لوح محفوظ) میں ایک مماثلت پاتا ہے، جس کا ذکر سورہ البروج (85:21-22) میں کیا گیا ہے: "نہیں، یہ ایک عظیم قرآن ہے، محفوظ لوح میں۔" محفوظ لوح کو اسلامی الہیات میں ہر چیز کا الہی ریکارڈ سمجھا جاتا ہے - ماضی، حال، اور مستقبل - جو اللہ نے تخلیق سے پہلے لکھا تھا۔ اس میں تمام روحوں کے مقدر شامل ہیں، بشمول وہ جو اپنی ایمانداری اور نیکی کی وجہ سے جنت (جنہ) تک پہنچیں گے۔

برہ کی کتاب حیات اور محفوظ لوح کے درمیان عکاسی ان کے نیک لوگوں کے الہی ریکارڈ کے طور پر کردار میں ہے۔ مکاشفہ میں، کتاب حیات ان لوگوں کی فہرست دیتی ہے جو مسیح کے وفادار رہتے ہیں، جو حیوان کے دھوکے کا مقابلہ کرتے ہیں (مکاشفہ 13:8 کہتا ہے کہ صرف وہ لوگ جو کتاب حیات میں نہیں ہیں حیوان کی پرستش کرتے ہیں، جو ان کی نجات اور شر سے تحفظ کی نشاندہی کرتا ہے)۔ اسی طرح، اسلامی روایت میں محفوظ لوح میں ان لوگوں کے نام شامل ہیں جو جنہ کے لیے مقدر ہیں، کیونکہ اللہ کا علم ان سب کو شامل کرتا ہے جو اس پر ایمان کو برقرار رکھیں گے (قرآن 2:185)۔ دونوں تصورات ایمانداروں کے لیے الہی تقدیر اور تحفظ کی نشاندہی کرتے ہیں، جو اس خیال کے مطابق ہیں کہ فلسطین کے حامی، نجات یافتہ کے طور پر، غزہ میں "حیوان" (اسرائیل) کے خلاف مزاحمت کرنے والی ایک الہی طور پر منظم برادری کا حصہ ہیں، جو "مقدسوں کا کیمپ" ہے۔

یہ عکاسی اس روایت کی حمایت کرتی ہے کہ غزہ کے وفادار - مسلمان، عیسائی، اور تاریخی طور پر یہودی - اپنے عالمی حامیوں کے ساتھ مل کر، ان الہی ریکارڈوں میں لکھی ہوئی ایک مقدس برادری کا حصہ ہیں۔ نقل مکانی اور ظلم کے خلاف ان کی مزاحمت، جو خدا کے لیے ان کی عقیدت میں جڑی ہوئی ہے، ان کے نیک ہونے کی حیثیت کو ظاہر کرتی ہے، جو نئے یروشلم (مکاشفہ) یا جنہ (قرآن) میں ابدی انعام کے لیے مقدر ہیں۔

نئی زمین بطور والہالا، نیا یروشلم، اور جنہ میں اعلیٰ درجہ

نورڈک افسانوں میں ''نئی زمین''، راگناروک کے بعد، ایک ایسی تجدید شدہ دنیا کی وضاحت کرتی ہے جہاں زندہ بچ جانے والے دیوتا (مثلاً، بالدر، ہوڈر) اور انسان (لف اور لفتھراسر) زیادہ روشن سورج کے نیچے زرخیز زمین کو دوبارہ آباد کرتے ہیں۔ یہ تجدید اکثر والہالا سے منسلک ہوتی ہے، اوڈن کا ہال جہاں گرے ہوئے جنگجو دیوتا کے ساتھ دعوت کرتے ہیں، حالانکہ والہالا خود راگناروک سے پہلے کا دائرہ ہے۔ راگناروک کے بعد، نئی زمین کو ایک مثالی والہالا کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جو اس تباہی کو برداشت کرنے والوں کے لیے ابدی عزت، امن، اور فراوانی کی جگہ ہے۔ یہ مکاشفہ 21:1-4 کے نئے یروشلم کے متوازی ہے، ایک نئے آسمان اور زمین جہاں خدا نجات یافتہ کے ساتھ رہتا ہے، تمام دکھوں کو مٹاتا ہے: ''اب نہ موت ہوگی، نہ غم، نہ رونا، نہ درد۔'' اسلامی اختتامیات میں، جنہ کا سب سے بلند درجہ، **جنت الفردوس** کے نام سے جانا جاتا ہے، جنت کا عروج ہے، جو اللہ کے تخت کے سب سے قریب ہے، جو سب سے زیادہ نیک لوگوں کے لیے مختص ہے، جیسے انبیاء، شہداء، اور وہ جو اپنے ایمان کے لیے بڑی آزمائشوں کو برداشت کرتے ہیں (صحیح البخاری، حدیث 2790)۔

ان تصورات کا ہم آہنگی حیران کن ہے: - **نئی زمین/والہالا (نورڈک)**: امن اور فراوانی کی ایک تجدید شدہ دنیا، جہاں راگناروک کے زندہ بچ جانے والے- جو افراتفری اور دکھ کا مقابلہ کرتے ہیں- دیوہیکل تنازعات اور نگلفار جیسے تباہ کن قوتوں سے آزاد ایک عظیم وجود کو وراثت میں لیتے ہیں۔ - **نیا یروشلم (مکاشفہ)**: برہ کی کتاب حیات میں موجود نجات یافتہ کے لیے ایک الٰہی شہر، جہاں خدا کی موجودگی بغیر دکھ کے ابدی زندگی کی ضمانت دیتی ہے، جو حیوان کے ظلم کو برداشت کرنے والے مقدسوں کے لیے انعام ہے۔ - **جنت الفردوس (اسلام)**: سب سے بلند جنت، جہاں وہ نیک لوگ جو اللہ پر ایمان کے لیے آزمائشوں کا مقابلہ کرتے ہیں، اس کے سب سے قریب ہوتے ہیں، ابدی امن اور خوشی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

یہ اختتامیاتی تصورات آخری زمانے کی آزمائشوں کو برداشت کرنے والے ایمانداروں کے لیے ایک عظیم آخرت کے وعدے میں ملتی ہیں۔ غزہ، ''مقدسوں کا کیمپ'' کے طور پر، اور اس کے حامی، جو برہ کی کتاب حیات اور محفوظ لوح میں لکھے گئے ہیں، اس روایت میں فٹ بیٹھتے ہیں۔ ان کی تکالیف- جو تاریخی نقل مکانی اور جاری تنازع سے پیدا ہوتی ہیں- راگناروک سے پہلے کی افراتفری، مکاشفہ میں حیوان کے ظلم، اور القائمہ سے پہلے کی آزمائشوں کو عکاسی کرتی ہیں۔ صیہونی آمد سے پہلے فلسطین میں مسلمانوں، عیسائیوں، اور یہودیوں کی پرامن ہم آہنگی ایمانداروں کی وحدت کو ظاہر کرتی ہے، جو اس تجدید کے لیے مقدر ہیں، خواہ اسے والہالا کی ابدی عزت، نئے یروشلم کی الٰہی موجودگی، یا جنت الفردوس میں اللہ سے قربت کے طور پر تصور کیا جائے۔

تاریخی تناظر: نازی جرمنی، ایویئن کانفرنس، اور ہاوارا معاہدے سے متاثرہ ہم آہنگی

فلسطین میں مسلمانوں، عیسائیوں، اور یہودیوں کی تاریخی ہم آہنگی صدیوں تک ایک زندہ حقیقت تھی، جو خدا کے لیے وقف ایک متحد "مقدسوں کا کیمپ" کی دینی روایت کے ساتھ ہم آہنگ تھی۔ عثمانی سلطنت (1517–1917) کے تحت، فلسطین ایک کثیر المذاہب معاشرہ تھا جہاں مسلمان اکثریت تھے، لیکن عیسائیوں نے گرجا گھر قائم رکھے (مثلاً، غزہ میں تیسری صدی عیسوی سے)، اور یہودی ایک چھوٹی اقلیت کے طور پر رہتے تھے، جو اکثر تجارت اور علم میں کامیاب ہوتے تھے۔ یہ ہم آہنگی اسلامی حکمرانی میں جڑی ہوئی تھی، جو یہودیوں اور عیسائیوں کو "اہل کتاب" کے طور پر تحفظ دیتی تھی، انہیں اپنا عقیدہ عمل کرنے اور معاشرے میں حصہ ڈالنے کی اجازت دیتی تھی۔ یروشلم جیسے مقدس مقامات اس ہم آہنگی کی مثال دیتے تھے، جہاں مسجد اقصیٰ، کلیسائے قیامت، اور مغربی دیوار مشترکہ روحانی نشانات کے طور پر کھڑے تھے۔

یہ وحدت نازی جرمنی کی پالیسیوں اور اس کے بعد فلسطین کی طرف صیہونی ہجرت سے متاثر ہوئی۔ 1930 کی دہائی میں نازی ظلم کی شدت نے جولائی 1938 میں **ایویئن کانفرنس** کی راہ ہموار کی، جہاں 32 ممالک نے یہودی پناہ گزینوں کے بحران سے نمٹنے کے لیے ملاقات کی۔ تاہم، زیادہ تر ممالک، بشمول امریکہ اور برطانیہ، نے بڑی تعداد میں یہودی پناہ گزینوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس سے برطانوی مینڈیٹ کے تحت فلسطین ایک بنیادی مقام بن گیا۔ **ہاوارا معاہدہ**، جو 25 اگست 1933 کو نازی جرمنی اور صیہونی تنظیموں کے درمیان دستخط کیا گیا، نے جرمن یہودیوں کو اپنے اثاثوں کو جرمن سامان کی شکل میں منتقل کر کے فلسطین ہجرت کرنے کی اجازت دے کر اس ہجرت کو آسان بنایا، اور نازی جرمنی کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کو نظرانداز کیا۔ 1933 سے 1939 کے درمیان، اس معاہدے کے تحت تقریباً 60,000 یہودی فلسطین ہجرت کر گئے، جو صیہونی آبادکاری کے منصوبوں کو تقویت دینے والے سرمائے کے ساتھ آئے۔

یہ آمد، جو یہودی وطن قائم کرنے کی صیہونی نظریہ سے چلی تھی، نے مقامی آبادی کے ساتھ تناؤ پیدا کیا۔ 1940 کی دہائی میں لاکھوں صیہونیوں کی آمد، جو 1948 کے ناکبہ میں عروج پر پہنچی، نے 700,000 سے زیادہ فلسطینیوں کو بے گھر کر دیا، جن میں سے بہت سے غزہ کی طرف بھاگ گئے۔ یہ نقل مکانی قرآن کی اس روایت کو عکاسی کرتی ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے (الحشر 59:2)، کیونکہ فلسطینی مزاحمت ان کی ثقافتی اور مذہبی شناخت میں جڑی ہوئی تھی، جو خدا کے لیے وقف ایک کثیر المذاہب برادری کے طور پر تھی۔ ہم آہنگی میں خلل اپوکلپٹک روایت کے ساتھ ہم آہنگ ہے: شیطانی قوتیں ("حیوان" اور اس کے اتحادی) "مقدسوں کا کیمپ" (غزہ) پر حملہ کرتی ہیں، ایمانداروں کی ایمانداری کو آزماتی ہیں، جو والہالا، نئے یروشلم، یا جنت الفردوس میں تجدید کے لیے مقدر ہیں۔

نتیجہ

غزہ، "مقدسوں کا کیمپ" کے طور پر، ایک تاریخی اور روحانی حقیقت کو مجسم کرتا ہے جہاں مسلمان، عیسائی، اور یہودی فلسطین میں صدیوں تک پرامن طور پر ایک ساتھ رہے، خدا کے لیے اپنی عقیدت میں متحد ہوئے۔ یہاں تک کہ نازی جرمنی کی پالیسیوں، ایویئن کانفرنس، اور ہاوارا معاہدے سے پیدا ہونے والی نقل مکانی نے اس ہم آہنگی کو خراب کیا۔ یہ تاریخی خلل قرآن کی اس روایت کے ساتھ ہم آہنگ ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے (الحشر 59:2)، اور غزہ کو ایک ایماندار برادری کے طور پر رکھتا ہے جو محاصرے میں ہے، جو مکاشفہ کے "مقدسوں کا کیمپ" (مکاشفہ 20:9) سے مشابہ ہے۔ مکاشفہ کی "برہ کی کتاب حیات" قرآن کے "محفوظ لوح" کی عکاسی کرتی ہے، دونوں اس ظلم کے خلاف مزاحمت کرنے والے نیک لوگوں - غزہ اور اس کے حامیوں - کو ریکارڈ کرتے ہیں، جو الٰہی انعام کے لیے مقدر ہیں۔ نورڈک افسانوں میں "نئی زمین"، جو ایک عظیم والہالا کے طور پر تعبیر کی جاتی ہے، نئے یروشلم اور جنت الفردوس کے متوازی ہے، اور آخری زمانے کی آزمائشوں کو برداشت کرنے والے ایمانداروں کے لیے ایک تجدید شدہ وجود کا وعدہ کرتی ہے۔

ہم آہنگی اور نقل مکانی کے تاریخی حقائق عیسائیت، اسلام، اور نورڈک افسانوں کی دینی روایتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں، اور غزہ کو ایک مقدس میدان جنگ کے طور پر پیش کرتے ہیں جہاں الٰہی ریکارڈوں میں لکھے ہوئے ایماندار ظلم کا مقابلہ کرتے ہیں، لیکن ابدی تجدید کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ یہ ہم آہنگی غزہ کی جدوجہد کی اپوکلپٹک اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، جو خیر و شر کے درمیان ایک کائناتی جنگ کی عکاسی کرتی ہے، اور ایماندار ایک عظیم آخرت میں حتمی نجات کے لیے تیار ہیں۔